کرنسی کے تجارتی معاملات کا قبضہ (Physical Possession) کی روشنی میں جائزہ

محمد معاذ*

موضوع کا تعارف واہمیت:

تجارتی معاملات میں شریعت مطہرہ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ فریقین کی باہمی رضامندی کی صورت میں کیے گئے ایجاب وقبول کے ساتھ ہی خرید وفروخت کا معاملہ منعقد ہو جاتا ہے اور فروخت کرنے والا شخص یعنی بائع، فروخت کردہ چیز یعنی مبیع کے ثمن کا مالک بن جاتا ہے اور خریدار یعنی مشتری، مبیع کا مالک بن جاتا ہے۔ لہذا اصولی طور پر ایجاب وقبول کے مکمل ہونے کے بعد بائع کے ذمہ مبیع کی سپردگی اور مشتری کے ذمہ ثمن کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے، جیسے کہ بیع کے حوالے سے علامہ ابن قدامہ کی تحریر کردہ تعریف سے یہ بات واضح ہو رہی ہے:

"البیع مبادلة المال بالمال تملیکا و تملکا." (۱)

''خرید وفروخت کا مطلب مال کا مال سے اس طرح تبادلہ کرنا ہے کہ ایک طرف سے ملکیت منتقل کی جاتی ہے اور دوسری طرف سے ملکیت حاصل کی جاتی ہے۔''

نیز علامہ ابن عابدین شامی نے خرید وفروخت کا مذکورہ نتیجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حکمه ثبوت الملک ای فی البدلین لکل منهما فی بدل وهذا حکمه الاصلی والتابع وجوب تسلیم المبیع والثمن." (۲)

''بیع کا حکم ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے کے بدل میں ملکیت کا ثابت ہونا ہے اور یہ اس کا حکم اصلی ہے اور تابع کے طور پر مبیع اور ثمن کی سپردگی کا وجوب لازم ہوتا ہے۔''

چونکہ تجارت ایک ایسی سرگرمی کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص کسی چیز کی ملکیت کوئی قیمت لے کر دوسرے کو منتقل کرتا ہے۔ یہ تصور بذات خود اس مفروضے پر مبنی ہے کہ جب کوئی تجارتی معاملہ انجام دیا جائے تو ملکیت منتقل کرنے والا شخص پہلے سے اس چیز کا مالک ہو جس کی ملکیت وہ دوسرے کی طرف منتقل کر رہا ہے۔ اس بات کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی شخص جب تک کسی چیز کا مالک نہ بن جائے، اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ یہ نہ صرف درست بیع کی ایک عقلی ضرورت ہے، بلکہ اسلامی قانون کی رو سے ایک دینی حکم بھی ہے۔

پھر صرف ملکیت حاصل کرنا ہی شرط نہیں، بلکہ تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں کسی کے لیے ایسی کوئی چیز فروخت کر کے نفع کمانا جائز نہیں ہے جس کی ذمہ داری اس نے نہ اٹھائی ہو اور اس چیز سے وابستہ خطرات اس کی طرف منتقل نہ ہو گئے ہوں۔

*خطیب کم ریسرچ آفیسر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

چونکہ جب تک خریدار خریدی ہوئی چیز کو حقیقی یا معنوی طور پر اپنے قبضے میں نہیں لے گا، اس وقت تک اس چیز سے وابستہ خطرات اس کی طرف منتقل نہیں ہوں گے، اس لیے اس کو اجازت نہیں ہے کہ وہ یہ چیز حقیقی یا معنوی قبضہ کے بغیر تیسرے کو فروخت کرے۔ معنوی قبضہ کی مثال یہ صورت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے کسی وکیل کے ذریعہ قبضہ میں لے، یا اس چیز سے متعلق ایسے کاغذات اپنی تحویل میں لے لے جو اسے خریدی ہوئی چیز پر پورا کنٹرول دیتے ہوں۔

لیکن یہ بات واضح ہے کہ تجارتی معاملات میں قبضہ کی مذکورہ حیثیت بیع صرف کے علاوہ خرید وفروخت کی دیگر اقسام کے ساتھ ہے۔ باقی جہاں تک بیع صرف کا تعلق ہے تو اس میں صرف قبضہ کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ قبضہ کے ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ قبضہ کی مزید ذیلی شرط یہ بھی ہے کہ عقد کی مجلس میں ہی عوضین پر قبضہ کیا جائے لہذا اگر خرید وفروخت کی عام اقسام میں مشتری نے مبیع پر عقد کی مجلس میں قبضہ نہیں کیا تو اس سے بیع کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ مشتری کے لئے کسی دوسرے کے ساتھ مزید تجارتی معاملہ کرنے کی صورت میں بہر حال قبضہ کرنا ضروری ہے لیکن اگر بیع صرف میں عقد کی مجلس کے اندر ہی فریقین نے عوضین پر قبضہ نہ کیا اور قبضہ کئے بغیر ہی بیع کی مجلس برخاست ہوگئی تو اس سے معاملہ ہی فاسد ہو جاتا ہے۔ گویا کہ بیع صرف کے عقد کی صحت کے لئے ہی عوضین پر عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے جبکہ دیگر تجارتی معاملات کے صحیح ہونے کے لئے عقد کی مجلس میں ہی عوضین پر یا کم از کم مبیع پر قبضہ کرنا بیع کی صحت کے لئے ضروری نہیں ہے۔

خرید وفروخت کی مذکورہ ابتدائی شرط کی روشنی میں جب ہم کرنسی کے تجارتی معاملات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ کرنسی کے تجارتی معاملات اکثر و بیشتر بغیر ملکیت حاصل کیے بغیر انجام پا رہے ہیں۔ کرنسی کی مارکیٹ میں short sale (بغیر ملکیت حاصل کیے فروخت کرنا) اور blanck sale (بغیر ملکیت حاصل کیے اور بروقت چیز کو حاصل کرنے کا کوئی پیشگی انتظام کیے بغیر فروخت کرنا) غالب ہیں۔ اسی طرح کرنسی کے تجارتی معاملات میں عام طور پر فریقین کرنسی پر قبضہ کرنے کی غرض سے نہیں خریدتے بلکہ ان کی ساری دلچسپی کرنسی کی قیمت کے اتار چڑھاؤ میں ہوتی ہے اور پے در پے چند سودے کرنے کے بعد ان کا کام صرف فرق ادا کرنا یا وصول کرنا ہوتا ہے۔ اسی کی وجہ سے کرنسی کا سارا نظام بجائے تجارتی کاروبار کے جوابن کر رہ جاتا ہے۔

اب اگر کرنسی کے باہم تجارتی معاملات کو بیع صرف قرار دیا جائے تو پھر کرنسی کے ان معاملات میں عوضین پر عقد کی مجلس میں ہی قبضہ کرنا ضروری ہوگا اور کسی بھی عوض میں تاخیر جائز نہیں ہوگی اور اگر کرنسی کی باہمی تجارت فقہی اعتبار سے بیع صرف نہیں کہلاتی تو پھر کیا ان معاملات کا حکم دیگر تجارتی معاملات کی طرح ہوگا؟ یا بیع صرف نہ ہونے کے باوجود بھی کرنسی کے معاملات کا دیگر تجارتی معاملات سے قبضہ کی حیثیت میں فرق ہوگا؟

زیر نظر تحریر میں اس پہلو کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لینا پیش نظر ہے تاکہ کرنسی کے تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے تجارتی معاملات کے جواز اور عدم جواز کا معیار مقرر کیا جا سکے اور خاص طور پر اس کی پیچیدہ تجارتی صورتوں میں شرعی حدود کا تعین کیا جا سکے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کرنسی کے تبادلہ کی صورتیں:

یہ بات معلوم ہے کہ کرنسی کے تبادلہ کی بنیادی طور پر درج ذیل دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ ایک ہی ملک کی کرنسی کا آپس میں تبادلہ کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مختلف ممالک کی کرنسیوں کا باہم تبادلہ کیا جائے۔

کرنسی کے تبادلہ کی مذکورہ دونوں صورتوں میں فریقین کے لیے دونوں عوضوں پر یا کسی ایک عوض پر عقد کی مجلس میں ہی قبضہ کرنے کے شرعی اعتبار سے ضروری ہونے یا ضروری نہ ہونے اور اس کی وجہ صحیح معنی میں سمجھنے کے لیے کرنسی کی اصل حقیقت اور اس کی فقہی حیثیت کے متعلق علماء کرام کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا جاننا ضروری ہے۔لہذا ذیل میں اس کے متعلق اختصار کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔

کرنسی کی فقہی حیثیت کے متعلق علماء کرام کی اختلافی آراء:

کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت کی تعیین میں علماء کرام کے مختلف نقطہ نظر ہیں، جنہیں ذیل میں ان کے دلائل اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا نقطہ نظر، دلائل اور اثرات:

کرنسی کے بارے میں ایک نقطہ نظر یہ رہا ہے کہ نوٹ محض دَین یعنی قرض کی ایک سند (Certificate) ہے جو نوٹ کے حامل کے لئے اس نوٹ کے جاری کرنے والے کے ذمہ واجب ہے، تاکہ نوٹ کا مالک جب چاہے اس نوٹ کے ذریعے اپنے دین پر قبضہ کرلے، گزشتہ صدی کے بیشتر علماء ہند مثلاً مفتی کفایت اللہ دہلوی، مفتی رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد عثمانی کی یہی رائے ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ دھلوی لکھتے ہیں:

''نوٹ ایک سند ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے اس روپے کی مقدار کے موافق عطا کی جاتی ہے جو خزانہ شاہی میں داخل کیا جاتا ہے۔''(۳)

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی درج ذیل تحریر سے بھی مذکورہ نقطہ نظر ثابت ہوتا ہے:

''نوٹ کے ہم جنس یا غیر جنس ہونے کی تحقیق اس وقت مفید ہے جب وہ خود بیع ہو نوٹ کا لین دین بیع نہیں بلکہ حوالہ ہے اور ظاہر ہے محتال بہ میں کمی بیشی ربا ہے لہذا یہ بٹہ حرام ہے۔''(۴)

مذکورہ نقطہ نظر کی تائید کے لیے سب سے مضبوط دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ہر نوٹ پر یہ وعدہ لکھا ہوتا ہے کہ اس کے حامل کو بوقت مطالبہ اس نوٹ کی قیمت ادا کی جائے گی، لہذا یہ وعدہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نوٹ خود مال نہیں ہے بلکہ دین کی سند اور وثیقہ ہے، نیز اگر کاغذی نوٹ کسی وجہ سے استعمال کے قابل نہ رہے تو حکومت اس کا ضمان ادا کرتی ہے اور اس کے بدلے میں دوسرا نوٹ دے دیتی ہے، یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ نوٹ خود مال نہیں، بلکہ کسی مال کی رسید ہے،

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جس کے ناقابل استعمال ہونے کی صورت میں دوسری رسید جاری کردی جاتی ہے، حالانکہ مال کے ضائع ہونے کی صورت میں اس کا بدل نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ مفتی عزیز الرحمٰن نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

''اگر (نوٹ) فی حد ذاتہ مال ہوتا تو اس کے چاک کردینے سے اور دریا میں پھینک دینے سے اور کسی طریق سے ہلاک کردینے سے چاہیئے کہ وہ مال ضائع ہو جائے جیسا کہ جملہ اموال کا حال ہے۔۔۔ بخلاف نوٹ کے کہ اس کے نمبر محفوظ کر کے چاک کر دیجیئے، ضائع کر دیجیئے، بعد طلب دوسری سند اس مقدار روپیہ کی سرکار سے مل جائے گی'' (۵)

اسی طرح مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل ہو گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجاوے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جاوے تو بشرط ثبوت اسکا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ مبیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہوسکتا تھا۔ دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں۔'' (۶)

لیکن مذکورہ نقطہ نظر کے تسلیم کر لینے کی صورت میں کرنسی کو دین کی سند ماننے میں عملی طور پر مختلف قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، مثال کے طور پر جب کوئی شخص یہ نوٹ کسی دوسرے کو دے گا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ اس نے مال دیا ہے، بلکہ اس کی فقہی تعبیر یہ ہوگی اس شخص نے اپنے مال کا حوالہ اس مقروض یعنی بنک پر کر دیا ہے جس بنک نے یہ نوٹ بطور سند جاری کئے ہیں اسلئے اس پر فقہی اعتبار سے وہی تمام احکام جاری ہوں گے جو ''حوالہ'' پر جاری ہوتے ہیں، لہذا دوسرے کا حق ان نوٹوں کے ذریعے ادا کرنا وہاں جائز ہوگا جہاں حوالہ جائز ہوتا ہے، چنانچہ اگر یہ نوٹ سونے یا چاندی کی دستاویز اور سند ہیں تو اس صورت میں ان نوٹوں کے ذریعے سونا، چاندی خریدنا جائز نہیں ہوگا اسلئے کہ سونے کا سونے سے تبادلہ کرنا یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کرنا بیع صرف ہے اور بیع صرف میں مبیع اور ثمن دونوں کا عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، لہذا اگر نوٹوں کے ذریعہ سونا، چاندی خریدی تو صرف ایک طرف سے قبضہ پایا گیا اور دوسری طرف سے قبضہ نہیں پایا گیا، اس لئے کہ خریدار نے سونے پر قبضہ کر لیا لیکن دوکاندار نے سونے کے قرض کی سند پر قبضہ کیا، سونے پر قبضہ نہیں کیا، لہذا جب بیع صرف کے جائز ہونے کے لئے عقد کی مجلس ہی میں دونوں طرف سے قبضہ کرنے کی شرط نہیں پائی گئی، تو یہ بیع ناجائز ہو جائے گی۔

اسی طرح کرنسی کو دین کی سند ماننے میں لازم آئے گا کہ فقیر کو محض نوٹ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ نوٹ خود تو مال نہیں ہے بلکہ صرف مال کی سند ہے اس لیے نوٹ سے اس وقت تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی جب تک فقیر اس نوٹ کے ذریعے کوئی جنس یا سونا چاندی نہ خرید لے، چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی نے امداد الفتاوی میں اور مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔ (۷)

نیز مذکورہ نقطہ نظر کی رو سے بیع سلم میں نوٹ راس المال نہیں بن سکتا کیونکہ نوٹ پر قبضہ کرنے سے ثمن پر قبضہ کرنا لازم

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نہیں آئے گا، بلکہ اس صورت میں تو ثمن کی سند پر قبضہ کرنا کہلائے گا، حالانکہ بیع سلم میں راس المال پر قبضہ کرنا ضروری ہے اور بیع سلم راس المال پر قبضہ کئے بغیر درست نہیں ہوتی، چنانچہ نوٹ کو راس المال بنانے کی صورت میں بیع سلم شرعی طور پر جائز نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح مذکورہ نقطہ نظر کے مطابق دونوٹوں کا آپس میں بیع کی صورت میں برابری کے ساتھ بھی تبادلہ جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ مفتی رشید احمد گنگوہی نے کمی زیادتی کے ساتھ نوٹ کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں، مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربا اور ناجائز ہے۔(۸)

مذکورہ نقطہ نظر کے مطابق بیع کی صورت میں تبادلہ کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں دونوں طرف دین ہونے کی وجہ سے دین کو دین کے بدلے میں بیچنا لازم آئے گا اور دین کو دین کے بدلے میں بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے، اسلئے دونوں طرف نوٹ ہونے کی صورت میں بیع کا معاملہ بھی جائز نہیں ہوگا، خواہ یہ معاملہ برابری کے ساتھ ہو یا کمی بیشی کے ساتھ ہو، البتہ اگر کسی نے بیع کی تو اس کو عقد حوالہ کہا جائے گا اور اسی تاویل سے اس معاملے کو درست قرار دیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تبادلہ برابری کے ساتھ ہو۔ حوالے کا مطلب یہ ہے کہ خالد بکر کو دس روپے کا نوٹ دے رہا ہے تو گویا خالد اپنا دین بکر کے حوالے کر رہا ہے اور بکر خالد کو دس روپے کا نوٹ دے رہا ہے تو گویا وہ بھی اپنا دین خالد کے حوالے کر رہا ہے چونکہ کمی بیشی جس طرح بیع میں ناجائز ہے اسی طرح حوالہ کے عقد میں بھی ناجائز ہے۔

دوسرا نقطہ نظر، دلائل اور اثرات:

کرنسی کے بارے میں ایک معروف نقطہ نظر مفتی رشید احمد لدھیانوی کا ہے، جن کے نزدیک ایک روپیہ کا نوٹ خود مال ہے اور باقی نوٹ اس کی رسیدیں ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ایک روپے کے نوٹ بحکم فلوس ہیں اور بڑے نوٹ فلوس کی دستاویز''۔(۹)

مذکورہ نقطہ نظر کے دلائل بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''۱۔ اسٹیٹ بنک سے تحقیق کروانے سے ثابت ہوا کہ ملکی درآمد وبرآمد کے حساب سے کل پیداوار کے برابر دھاتی سکے اور روپے کے نوٹ جاری کئے جاتے ہیں، پھر ان دھاتی سکوں اور ایک روپے کو نوٹوں کے مجموعہ کی تعداد کے مطابق بطور دستاویز بڑے نوٹ جاری کئے جاتے ہیں۔

۲۔ بڑے نوٹوں پر دستاویز کا مضمون تحریر ہے۔

۳۔ کوئی نوٹ جل جائے یا پھٹ جائے تو اس کے نمبر دکھا کر بنک سے نیا نوٹ لیا جاسکتا ہے، کسی قسم کے مال کے ساتھ کہیں بھی یہ معاملہ نہیں ہوتا کہ ضائع ہو جانے کی صورت میں حکومت سے یا مال دھندہ سے دوبارہ مطالبہ کیا جاسکے، اگرچہ ایک روپے کے پرانے پھٹے نوٹ کو بھی بنک تبدیل کر دیتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ یہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دستاویز ہے بلکہ اس لئے کہ حکومت نے اس کاغذ کو سکہ قرار دیا ہے جو صرف چند سال استعمال کے بعد پھٹ جاتا ہے، لہذا بدون تبدیل اس سکے کا ابقاء ناممکن ہے۔'' (۱۰)

لیکن مذکورہ نقطہ نظر اختیار کرنے کی صورت میں کرنسی کے باہم تبادلہ کی صورتیں کافی پیچیدہ ہو جاتی ہیں، خواہ کرنسی کا یہ تبادلہ ایک ہی کرنسی یا مختلف کرنسیوں کے درمیان ہو، جس کا اندازہ مفتی صاحب کی طرف سے کرنسی کے تبادلہ کے بارے میں تحریر کردہ تفصیلات سے بخوبی ہوتا ہے۔ لہذا اس رائے کو علمی اعتبار سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف عملی اعتبار سے دیکھا جائے، تو اس میں بہت زیادہ پیچیدگیاں ہیں جس کی وجہ سے عمومی طور پر یہ نظریہ قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

تیسرا نقطہ نظر، دلائل اور اثرات:

کرنسی کی فقہی حیثیت کے متعلق ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ نوٹ کی ذاتی حیثیت بذات خود مال اور سامان کی ہے کیونکہ لین دین اور سارے معاملات نفس کاغذ سے ہی متعلق ہوتے ہیں اور کاغذ خود مال متقوم ہے اگرچہ عرف ورواج کی وجہ سے اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے۔ یہ رائے ہندوستانی علماء کرام میں سے علماء رام پور اور مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہے، چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نوٹ کو مال اور سامان قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اما اصله فمعلوم انه قطعة كاغذ والكاغذ مال متقوم وما زادته هذه السكة الا رغبة للناس اليه و زيادة فى صلوح ادخاره للحاجات، وهذا معنى المال اى مايميل اليه الطبع و يمكن ادخاره للحاجة الخ "(۱۱)

''اس کی (نوٹ) اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ مال متقوم ہے، اور اس کے سکے ہونے نے اس کی طرف رغبتیں بڑھائیں، اور یہ کہ وقت حاجت کے لئے اٹھا رکھنے اور ذخیرہ کرنے کا زیادہ لائق ہوگیا، اور مال کے یہی معنی ہیں، کہ طبع اس کی طرف مائل اور رغبت ہو، اور زمانہ مستقبل کی ضرورتوں کے لئے اس کو ذخیرہ کیا جا سکے۔''

مذکورہ نقطہ نظر اختیار کرنے والے اہل علم کی ایک بنیاد تو یہ ہے کہ عروض یعنی سامان کی تعریف کاغذی نوٹ پر صادق آتی ہے اور نقد کی تعریف صادق نہیں آتی اسلئے نوٹ کو سامان کے ساتھ ملایا جائے گا، نیز نوٹ نہ تو کیلی ہے نہ موزونی ہے اسی طرح اس کا شمار نہ تو حیوانات میں سے ہے اور نہ ہی زمین میں سے ہے، لہذا اس کو سامان کا حکم دیا جائے گا۔

جب کاغذی نوٹ کے ذریعے کوئی چیز خریدی جاتی ہے تو معاملہ اسی نوٹ پر واقع سمجھا جاتا ہے اور اس نوٹ کی قیمت بھی مقرر ہوتی ہے اور نوٹ اپنی ذات کے اعتبار سے سونے، چاندی سے بالکل مختلف ہے کیونکہ یہ محض ایک کاغذ ہے، اگرچہ ثمن بننے میں سونے چاندی کی طرح ہے اور سونے چاندی کے موافق ہے، لیکن اس موافقت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو سونے چاندی کا حکم دیا جائے جیسے کہ اگر لوگ موتی یا ہیرے سے معاملہ کرنے لگیں یا ان کی قیمت سونے چاندی سے زائد ہو جائے تو موتی یا ہیرے کو اس صورت میں سونے یا چاندی کا حکم نہیں دیا جائے گا، بلکہ ان کی اپنی حیثیت ہی برقرار رہے گی اسی طرح نوٹ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کا بھی معاملہ ہے۔

لیکن مذکورہ نقطہ نظر اختیار کرنے کی صورت میں لازم آئے گا کہ کاغذی نوٹ کی خرید وفروخت کمی بیشی کے ساتھ جائز ہو، خواہ وہ دونوں نوٹ ہم جنس ہوں یا مختلف اجناس کے ہوں اور جس طرح کمی بیشی جائز ہے اور اسی طرح ادھار بھی جائز ہونا چاہیئے، چنانچہ ہزار روپے کے نوٹ کو آٹھ سو روپے یا بارہ سو روپے کے عوض خریدا اور بیچا جا سکتا ہے، چنانچہ مولوی احمد رضا خان فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

''پس حسب ضابطہ مقررہ یہاں فضل ونسیئہ دونوں حلال ہونا چاہیئے۔''(۱۲)

اسی طرح کاغذی نوٹوں کو سامان قرار دینے کی صورت میں زکوۃ کے وجوب کے اعتبار سے بھی تفصیل ہوگی کہ اگر نوٹوں میں تجارت کی نیت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ سامان میں زکوۃ کے وجوب اور عدم وجوب کا یہی اصول ہے۔

چوتھا نقطہ نظر، دلائل اور اثرات:

کرنسی کے متعلق عرب علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کرنسی نوٹ سونے چاندی کے قائم مقام ہیں اور جو احکام سونے چاندی کے ہیں وہی احکام نوٹوں کے ہیں، گویا کہ نوٹ کی حیثیت محض دین کے سند کی نہیں ہے اور نہ ہی یہ سامان کے حکم میں ہے، بلکہ نوٹ میں بذات خود ثمنیت موجود ہے جنہوں نے ثمن ہونے کے اعتبار سے سونے چاندی کی جگہ لے لی ہے، لہذا ان پر بیع صرف کے احکام جاری ہوں گے۔ اسی طرح مولانا محمد عبدالحی لکھنوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس نظریے کے قائل ہیں کہ ان کے نزدیک نوٹ ثمن ہے اور اس پر سونے چاندی کے احکام لاگو ہوں گے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''پس پیسے (فلوس) اگرچہ عرفاً ثمن ہیں، مگر عین ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں، بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے، گو ثمنیت خلقیہ نہیں، بلکہ ثمنیت عرفیہ ہو، پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نوٹ میں بھی جائز ہو، کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں، حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی، گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں بھی ثمنیت کی صفت آ گئی ہو، پس جبکہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا ہو، باب تفاضل میں اسی بناء پر حکم دیا جائے گا، اور تفاضل اس میں حرام ہوگا۔''(۱۳)

اسی طرح اردن کی مجلس مجمع الفقہ الاسلامی نے نقود کے احکام کے موضوع پر بحث کرنے کے بعد مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:

انها نقود اعتبارية فيها صفة الثمنية كاملة ولها الاحكام الشرعية المقررة للذهب والفضة من حيث احكام الربا والزكاة والسلم وسائر احكامهما.(۱۴)

''یہ نقود اعتباری ہیں اور ان میں ثمنیت کی صفت مکمل طور پر پائی جاتی ہے اور ان کے لئے وہی شرعی احکام ہیں جو سونے اور چاندی کے لئے مقرر ہیں جیسے ربا، زکوۃ، سلم اور ان دونوں (سونے اور چاندی) کے دیگر

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تمام احکام۔"

نیز اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی اس سلسلے میں منظور ہونے والی قرارداد کا متن بھی اسی نقطہ نظر کی حمایت کرر ہا ہے:

"بعد الاطلاع علی قرار المجمع رقم ۹ فی الدورة الثالثه بان العملات الورقیةنقود اعتباریة فیها صفة ثمنیة کاملة، ولها الاحکام الشرعیة المقررة للذهب والفضة من حیث احکام الربا والزکاة والسلم وسائر احکامها."(۱۵)

"پیپر کرنسی زر اعتباری ہے، جس میں کامل ثمنیت ہے، سود، زکوۃ، سلم اور دیگر احکام جو سونے چاندی کے ہیں، وہ احکام نوٹ کے بھی ہیں۔"

مذکورہ نقطہ نظر کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سونا چاندی کسی زمانے میں آلہ تبادلہ تھے لیکن اب سونا چاندی آلہ تبادلہ نہیں رہے اور سونے چاندی کی جگہ اب نوٹوں نے لے لی ہے، لہذا زکوۃ، بیع صرف اور سود وغیرہ کے تمام مسائل میں نوٹوں کا حکم سونے چاندی والا ہوگا کیونکہ مشہور اصولی قاعدہ ہے کہ " البدل له حکم المبدل " یعنی بدل احکام میں مبدل کی طرح ہوگا اور مذکورہ صورت میں مبدل سونا اور چاندی ہے جبکہ کاغذی نوٹ بدل ہے۔

نیز شرعی احکام میں اصل اعتبار معانی اور مقاصد کا ہوتا ہے کیونکہ مشہور قاعدہ ہے" الامور بمقاصدها " یعنی تمام امور کا دارومدار مقاصد پر ہے، الفاظ اور ظاہری شکلوں پر نہیں تو کرنسی نوٹ نوٹ کے وضع کرنے سے مقصد ثمنیت ہے اور یہی مقصد سونے اور چاندی کے اندر تھا جو کہ اب ختم ہو چکا لہذا نوٹ مقصد ثمنیت کے اعتبار سے سونے اور چاندی کی طرح ہوگا۔

مذکورہ نقطہ نظر کے مطابق نوٹ چونکہ تمام احکام شرعیہ میں سونے چاندی کی طرح ہے، چنانچہ ایک ملک کے نوٹوں کا آپس میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا بھی ناجائز ہوگا اسی طرح برابری کی صورت میں بھی اگر کرنسی کے تبادلہ کرنے میں تاخیر ہو جائے تو یہ بھی ناجائز ہوگا گویا کہ نوٹ کے بھی وہی احکام ہوں گے جو سونے چاندی کے ہیں لہذا نوٹ پر زکوۃ واجب ہوگی اور نوٹ کے ذریعے زکوۃ فی الفور قبضہ کے ساتھ ہی ادا ہو جائے گی، اسی طرح نوٹ میں سود کی تمام اقسام بھی جاری ہوں گی، نیز بیع صرف اپنی شرائط کے ساتھ نوٹ میں جاری ہوگی، چنانچہ المعاییر الشرعیۃ میں بھی عرب علماء کے اسی مؤقف کو سامنے رکھ کر کرنسی کے لین دین سے متعلق مندرجہ ذیل شرعی احکامات متعین کئے گئے ہیں:

تجوز المتاجرة فی العملات شریطة مراعاة الاحکام والضوابط الشرعیة الاتیة: (ا) ان یتم التقابض قبل تفرق العاقدین ،سواء کان القبض حقیقیاً ام حکمیاً......(ج) ان لا یشتمل العقد علی خیار شرط او اجل لتسلیم احد البدلین او کلیهما . ۱/۲/۱ اذا تم التعاقد علی بیع مبلغ من العملات فلا بد من تسلیم و قبض جمیع المبالغ موضوع المتاجرة قبل التفرق. ۲/۲/۲ لا یکفی لجواز المتاجرة بالعملات قبض احد البدلین دون الاخر ، ولا قبض جزء من احد البدلین، فان قبض بعض البدل صح فیما تم قبضه

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دون الباقی.(۱۶)

''مختلف کرنسیوں کا روبار مندرجہ ذیل احکامات اور ضوابط کے رعایت کرتے ہوئے جائز ہے:(ا) عاقدین کے جدا ہونے سے پہلے دونوں طرف سے قبضہ مکمل ہو جائے، خواہ قبض حقیقی کی صورت میں یا پھر قبض حکمی کی صورت میں.....(ج) بدلین میں سے کسی ایک یا دونوں کی سپردگی کے لئے عقد کسی خیار شرط یا مدت پر مشتمل نہ ہو۔۲/۶/ا جب کرنسیوں کی کسی مقدار پر باہمی عقد مکمل ہو جائے تو علیحدہ ہونے سے پہلے ان تمام مقداروں کا سپرد کرنا اور ان پر قبضہ کرنا ضروری ہے جن پر باہمی لین دین ہوا ہے۔۲/۶/۲ کرنسیوں کے لین دین کے جواز کے لئے بدلین میں سے کسی ایک پر قبضہ کافی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بعض حصے پر قبضہ کافی ہے، لہذا اگر احد البدلین کے بعض حصے پر قبضہ کیا گیا تو جس حصے پر قبضہ کیا گیا ہے اس میں معاملہ درست ہو جائے گا اور باقی میں درست نہیں ہوگا۔''

پانچواں نقطہ نظر، دلائل اور اثرات

نوٹ کی شرعی حیثیت سے متعلق پانچواں نقطہ نظر یہ ہے کہ نوٹ رسید نہیں ہیں اور نہ ہی عروض کے حکم میں ہیں بلکہ خود مال ہیں اور سونے چاندی کی طرح حقیقی ثمن نہیں ہیں بلکہ عرفی ثمن ہیں، ان کا حکم وہی ہوگا جو فلوس کا ہوتا ہے۔

فلس اس سکے کو کہتے ہیں جو سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات مثلاً پیتل، تانبے وغیرہ سے بنا ہو اور فلوس کی ذاتی قیمت ان کے اوپر لکھی گئی قیمت سے عام طور پر کم ہوتی ہے، یہ نقطہ نظر مفتی محمد تقی عثمانی اور ان کے ہم خیال مفتیان کرام کی ایک بڑی جماعت کا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

'' فاتضح بنا ما ذكرنا ان النقود الورقية لم تبق الان سندات لديون فى تخريجها الفقهى ، وانما صارت اثمانا رمزية يعبر عنها الفقهاء بكلمة الفلوس النافقة ، فان الفلوس النافقة تكون قيمتها الاسمية اضعاف قيمتهاالذاتية فكذلك الاوراق النقدية تكون قيمتها الاسمية اضعاف قيمتها الذاتية وجرت بها التعامل العام فيما بين الناس دون ايما فرق بينها و بين الفلوس النافقة الخ .''(۱۷)

''ہماری بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کاغذی نوٹ اب دیون کی سندات نہ رہے، اب تو یہ علامتی اثمان بن گئے، جن سے فقہائے کرام ''فلوس نافقہ'' کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ فلوس نافقہ کی ظاہری قیمت اس کی ذاتی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ کاغذی نوٹ کا یہی حال ہے، کہ ان کی ظاہری قیمت ان کی ذاتی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہے، اور ان نوٹوں کے ذریعے لوگوں کے درمیان تعامل جاری ہے، اور تعامل کے لحاظ سے ان میں اور فلوس میں کوئی فرق نہیں۔''

مفتی محمد تقی عثمانی نے دنیا میں کرنسی کے نظام میں آنے والے ارتقاء کو اس نقطہ نظر کی بنیاد قرار دیا ہے، جس سے نہ صرف

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مذکورہ موقف کی بنیاد سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ دیگر علماء کے اختیار کردہ دوسرے نقطہ نظر کی تنقیح کے ساتھ ساتھ کاغذی نوٹ کے بارے میں قائم کردہ مختلف آراء کے درمیان تطبیق کرنے میں بھی مدد ملتی ہے لیکن چونکہ یہ تحریر مفصل ہے، اس لئے ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ: شئ کا تبادلہ شئ سے، اس کو ''مقائضہ'' (Barter) کہتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ: مخصوص اجناس کو بطور ''ثمن'' قرار دیا گیا ہے، اس کو '' زربضاعتی کا نظام '' (Commmodity Money System) کہتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ: اس مرحلے میں سونے چاندی کو ثمن قرار دیا گیا اس کو'' نظام زرمعدنی'' (Matalic Money System) کہتے ہیں۔

تیسرے مرحلے کے دس انقلابات

۱۔کوئی خاص سکہ نہیں تھا، سونے چاندی کی مختلف شکلوں میں تبادلے کے وقت صرف وزن کا اعتبار ہوتا تھا۔

۲۔ مہر لگے ہوئے کہیں سونے اور کہیں چاندی کے سکے رائج ہوگئے ، جن کی ظاہری قیمت (Face Value) حقیقی قیمت (Gold or Silver Content) کے مساوی ہوتی تھی۔ اس کو'' معیاری قاعدہ زر''(Gold Specie Standard) کہتے ہیں۔

۳۔ایک ملک میں سونے چاندی دونوں کے سکے بطور کرنسی کے رائج ہوگئے، اور ان کے آپس میں تبادلے کے لئے ایک خاص قیمت مقرر کی گئی، اس کو'' دودھاتی نظام''(Bi-Metallism) کہتے ہیں۔

۴۔حفاظت کے پیش نظر سونے چاندی کو سناروں کے پاس بطور امانت رکھوانے کا دستور شروع ہوگیا، جس کے نتیجے میں مالکان کو رسیدیں جاری ہونے لگیں اور خریداری میں ان رسیدوں کو نمائندگی حاصل ہوگئی۔

۵۔رسیدوں کے رواج میں تیزی آنے کے بعد'' بنک نوٹ'' کا رواج شروع ہوگیا۔ یہ کاغذی نوٹ ہے۔ اس میں جاری شدہ نوٹوں کے سو فیصد برابر سونا موجود ہوتا تھا، اور بوقت طلب حامل کو سونے کی سلاخ ملا کرتی تھی، اس لئے اس نظام کو'' سونے کی سلاخوں کا معیار''(Gold Bullion Standard) کہتے ہیں۔

۶۔۱۸۳۳ء میں بنک نوٹ کو'' زر قانونی'' (Legal Tender) قرار دیا گیا۔ اس مرحلے پر صرف حکومتی مرکزی بینک ہی یہ نوٹ جاری کر سکتے تھے۔

۷۔حکومتی ضروریات کے پیش نظر جاری شدہ نوٹوں کے تناسب سے زیادہ نوٹ جاری ہوگئے، ان نوٹوں کو'' زر اعتباری''(Fiduciary Money) کہتے ہیں۔ اس مرحلے پر سکوں میں دھات کی مقدار یا اس کی کوالٹی ناقص کی گئی، جس سے ظاہری قیمت اصلی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوگئی، اور اب اس کو'' علامتی زر'' (

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

Token Money) کا نام دیا گیا۔

۸۔ زراعتباری کا رواج بڑھنے کی وجہ سے نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرنے کو بالکل محدود کر دیا گیا۔

۹۔ ۱۹۳۱ء میں نوٹوں کو عوامی سطح پر سونے میں تبدیل کرنے کی بالکل ممانعت کی گئی، صرف ممالک کے آپس میں اس کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اس نظام کو ''سونے کی مبادلت کا معیار'' (Gold Exchange Standard) کہتے ہیں۔

۱۰۔ ۱۹۷۱ء میں ممالک کی سطح پر بھی اس کی ممانعت ہوگئی، اور یوں سونا کرنسی کے دائرے سے بالکل خارج ہوگیا۔ گویا کہ ۱۹۷۱ء سے کرنسی کی پشت پر کوئی سونا نہیں رہا۔ گو اب بھی ہر ملک احتیاطی تدبیر کے طور پر زیادہ سے زیادہ سونے کے ذخائر جمع رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن ان ذخائر کا موجودہ کرنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(۱۸)

مذکورہ نقطہ نظر کی روشنی میں چونکہ کرنسی نوٹ خود مال ہیں لہذا جب ان کی مقدار چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے گی تو ان پر زکوۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح فقیر کو نوٹ دینے سے ہی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے اور اس میں ادائیگی کے لئے مزید کوئی شرط نہیں ہے۔ نیز نوٹوں کا باہمی تبادلہ فقہی اعتبار سے بیع صرف بھی نہیں کہلائے گا۔

کرنسی کے متعلق مذکورہ اختلافی آراء کا تجزیہ

کاغذی نوٹ کے متعلق مذکورہ اختلافی نظریوں میں سے تیسرا نظریہ، یعنی نظریہ عروض، بالکل الگ اور ممتاز ہے، اس نظریہ کے مطابق نوٹوں کے باہمی تبادلے میں سود کا اطلاق نہیں ہوتا اور یہ خطرناک بات ہے کیونکہ اس سے عملی طور پر سود کا دروازہ کھل جائے گا، اس لئے یہ رائے معاشرے میں سودی ذہنیت کا باعث بننے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ جبکہ باقی چار نظریات میں سے دو نظریات میں کاغذی نوٹ کو ثمن قرار دیا گیا ہے جبکہ دو نظریات میں ثمن اور مال نہیں مانا گیا، جن دو نظریات میں ثمن اور مال ہونے کی نفی کی گئی ہے ان میں سے ایک قول میں ایک روپے کے نوٹ اور دھاتی سکوں کے علاوہ سب نوٹوں کو رسید قرار دیا گیا جیسے کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی کا نقطہ نظر ہے، جبکہ دوسرے قول میں اس تقسیم اور تفصیل کے بغیر مطلقاً ہر قسم کے نوٹ کو رسید اور وثیقہ قرار دیا گیا ہے جیسے کہ پہلے نقطہ نظر میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

الغرض دونوں اقوال کے حاملین ایک روپے کے نوٹ کے علاوہ تمام نوٹوں کو سند قرار دیئے جانے پر متفق ہیں، مذکورہ دونوں نظریات میں نوٹ کو بنیادی طور پر رسید قرار دینے کے لئے سب سے مضبوط بنیاد پر نوٹ پر لکھی ہوئی عبارت ہے، تو اس سلسلے میں قابل غور بات یہ ہے کہ اب ان کاغذی نوٹوں کی پشت پر کوئی سونا چاندی سرے سے موجود نہیں ہے اور نہ ہی اسے سونے میں تبدیل کرنا ممکن ہے، حتی کہ ملکوں کے درمیان آپس کے لین دین میں بھی اس کا امکان باقی نہیں رہا اور دور حاضر میں نوٹ پر لکھی ہوئی تحریر کا مطلب صرف اتنا رہ گیا ہے کہ حکومت اس نوٹ کی ظاہر کی قیمت کی ضامن ہے اور اس کی ظاہری قیمت اس کی قوت خرید ہی کا دوسرا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ بنک ان اس کے بدلے میں سونا، چاندی یا دوسرے دھاتی سکے دینے کا پابند

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نہیں ہے، چنانچہ بعض اوقات بنک مطالبہ کے وقت اس کے بدلے میں اس کی ظاہری قیمت کے برابر دوسرے نوٹ ادا کر دیتا ہے، حالانکہ نوٹ کے بدلے میں نوٹ ادا کرنے کو قرض کی ادائیگی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے ایک کرنسی کو دوسری کرنسی سے تبدیل کر کے دے دیا اور مرکزی بنک نوٹوں کی یہ تبدیلی بھی صرف اس مقصد کے لئے کرتا ہے تا کہ ان نوٹوں پر لوگوں کا اعتماد برقرار رہے اور اس تبدیلی سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نوٹ کرنسی کی تعریف میں داخل نہیں ہے، نیز اس نقطہ نظر کو عملی طور پر اختیار کرنے میں مختلف موقعوں پر مشقت اور نا قابل برداشت حرج لازم آئے گا۔ جبکہ شریعت مطہرہ کا مزاج اس طرح کے عمومی معاملات میں گنجائش اور وسعت اختیار کرنے کا ہے۔

لہذا لوگوں کو تنگی اور حرج سے بچانے کے لئے مذکورہ آراء میں سے کسی کو اختیار کرنا ممکن نہیں ہے، اس کے ساتھ مزید قابل غور بات یہ بھی ہے کہ کرنسی نوٹ کے ارتقاء کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نقطہ نظر عملی اعتبار سے مضبوط تھا اور یہ کاغذی نوٹ قرض کی دستاویزی شمار ہوتے تھے، لیکن اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس کا تعلق کاغذی نوٹ کے ابتدائی زمانہ سے تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ اب صورتحال تبدیل ہو چکی ہے اور نوٹوں کی مذکورہ حالت باقی نہیں رہی، بالکل ابتدائی دور میں یہ نوٹ سنار کی طرف سے کسی خاص شخص کو اس کے جمع کئے ہوئے سونے کی دستاویز کے طور پر جاری ہوتا تھا اس وقت اس کی نہ کوئی خاص شکل وصورت تھی اور نہ اس کو جاری کرنے والا ایک شخص ہوتا تھا اور نہ ہی کسی شخص کو اپنے حق کی وصولیابی میں اس نوٹ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، بعد میں جب اس کا رواج زیادہ ہو گیا تو حکومت نے اس کو قانونی زر قرار دے دیا اور شخصی بنکوں کو اس کے جاری کرنے سے منع کر دیا، گویا کہ نوٹ کو سند قرار دیئے جانے کے علمی اعتبار سے مضبوط قول کی تطبیق اس انداز میں کی جا سکتی ہے کہ اس کو نوٹ کی ابتدائی شکل اور سابقہ صورتحال کی وجہ سے ایک مخصوص زمانہ تک محدود کر دیا جائے اور وقت گذرنے کے ساتھ نوٹ کی بدلتی ہوئی صورتحال کی وجہ سے اس نقطہ نظر کو چھوڑ دیا جائے۔

ابتدائی تین آراء کے بعد بقیہ دو آراء میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان دونوں نقطہ نظر کے حاملین کے نزدیک نوٹ نہ تو خود سامان ہے اور نہ ہی کسی قرض کی سند ہے بلکہ نوٹ خود ثمن کی حیثیت رکھتا ہے، البتہ ثمن ہونے کے بعد فرق یہ ہے کہ ایک رائے کے مطابق نوٹ ثمن بننے کے بعد سونا چاندی کا قائم مقام ہے اور سونے چاندی کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے تمام احکام میں سونے چاندی کی طرح ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو سونے، چاندی اور نوٹوں میں بہرحال فرق موجود ہے کیونکہ سونے چاندی کو شریعت نے حقیقی ثمن قرار دیا ہے اور ثمن حقیقی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ثمنیت اسی کے عرفی طور پر تبادلہ کے آلہ کے طور پر معتبر ہونے کے ساتھ وابستہ نہیں ہے، لوگ اس کو آلہ تبادلہ اعتبار کریں یا سامان کے طور پر استعمال کریں دونوں صورتوں میں اس کا حکم ایک ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سونے چاندی کا زیور سونے چاندی کے بدلے میں بیچا جائے تو بھی اس پر بیع صرف کے احکام جاری ہوں گے حالانکہ اس صورت میں یہ تبادلہ کا آلہ نہیں ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سونا اور چاندی حقیقی ثمن اور شرعی ہیں جبکہ نوٹ میں یہ صورتحال نہیں ہے، لہذا نوٹوں کو سونے، چاندی کے قائم مقام قرار دینا اور ان میں فرق کو ختم کرنا صحیح نہیں ہے، جبکہ بعض دوسرے علماء کے نزدیک نوٹ ثمن ہونے کے باوجود سونے چاندی کی طرح ثمن حقیقی نہیں ہے بلکہ ثمن عرفی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہے اوران کا حکم وہ ہوگا جو فلوس کا ہوتا ہے، نوٹ کے سلسلے میں مذکور تمام آراء کے مقابلہ میں یہ رائے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے اوراس رائے کے حق میں قائم کردہ درج ذیل دلائل بڑے وزنی معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ نوٹ قانونی کرنسی (Legal Tender) بن چکے ہیں اور معاملات میں نوٹ قبول کرنے پر لوگوں کو اسی طرح مجبور کیا جاتا ہے جس طرح دوسرے عرفی اثمان کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو دوسری مالی دستاویزات کی قبولیت پر لوگوں کو مجبور نہیں کیا جاتا، مثال کے طور پر اگر کسی نے دوسرے شخص کو قرضہ دیا یا کسی نے دوسرے شخص کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور وہ مقروض یا خریدار اس کو نوٹ دیتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اگر وہ اس کو نوٹ کی بجائے چیک دیتا ہے یا قرض کی بڑی مقدار کو دھاتی سکوں کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو اس صورت میں انکار کی گنجائش موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاغذی نوٹ نے لین دین میں رواج کی کثرت، لوگوں کے اس پر زیادہ اعتماد اور اس کی قانونی حیثیت کی وجہ سے دھاتی کرنسی اور دیگر مالی دستاویزات پر بھی برتری حاصل کر لی ہے، چنانچہ نوٹ ''غیر محدود زر قانونی'' (Unlimited Legal Tender) کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، جب کہ دھاتی کرنسی ''محدود زر قانونی'' (Limited Legal Tender) ہے۔

۲۔ قرض کی دستاویز ہر شخص جاری کر سکتا ہے اس میں قانونی اعتبار سے کوئی ممانعت نہیں کہ قرض خواہ یہ سند اپنے دین کی ادائیگی میں دوسرے قرض خواہ کو دے دے اور دوسرا قرض خواہ تیسرے قرض خواہ کو دیدے، لیکن یہ نوٹ حکومت کے علاوہ کوئی دوسرا شخص جاری نہیں کر سکتا اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے دھائی کرنسی حکومت کے علاوہ کوئی شخص جاری نہیں کر سکتا۔

۳۔ دنیا کے تمام ممالک میں عرفی اور قانونی طور پر کاغذی نوٹوں کیلئے ثمن اور کرنسی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ دوسری مالی دستاویزات کیلئے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔

۴۔ لوگ آپس میں ان نوٹوں کا لین دین اس اعتماد کے ساتھ کرتے ہیں جس اعتماد کے ساتھ دھاتی کرنسی کا لین دین کرتے ہیں اوران نوٹوں کے لین دین کے وقت لوگوں کو کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ وہ قرض کا لین دین کر رہے ہیں گویا کہ نوٹوں میں تعامل جاری ہے لیکن کسی کا سونے یا چاندی کی طرف خیال بھی نہیں جاتا۔

۵۔ کاغذی نوٹ کو دین کی سند یا عروض قرار دینے میں لوگ مختلف معاملات کے سلسلے میں مشکلات اور حرج کا شکار ہوں گے اور حرج شریعت اسلامیہ میں مدفوع ہے جبکہ نوٹ کو ثمن عرفی قرار دینے میں ایسی مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔

کرنسی کے تبادلے میں قبضہ کی شرعی حیثیت کا جائزہ

کرنسی کی فقہی حیثیت کے بارے میں گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہو چکی کہ دور حاضر میں نوٹوں کے بارے میں راجح نقطہ نظر یہ ہے کہ کاغذی نوٹ ثمن عرفی ہیں اوران کا حکم سکوں کی طرح ہے۔

اب مذکورہ عنوان کے تحت کرنسی کے باہمی تبادلے میں قبضہ کی شرعی حیثیت، قبضہ کا طریقہ کار اور اس ضمن میں مساوات یعنی برابری کے بارے میں بحث کی جائے گی، چنانچہ ابتداء میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ کرنسی کے باہمی تبادلے کی بنیادی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

طور پر درج ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک ملک کی کرنسی کا باہمی تبادلہ۔

۲۔ مختلف ممالک کی کرنسی کا باہمی تبادلہ۔

ایک ملک کی کرنسی کے باہمی تبادلہ میں قبضہ کی حیثیت

ایک ہی ملک کی کرنسی کے باہمی تبادلے میں بنیادی طور پر درج ذیل دو باتیں قابل غور ہیں:

پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ تبادلہ کے وقت عقد کی مجلس میں ہی دونوں عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے یا ایک ہی عوض پر قبضہ کر لینا کافی ہے یا عام بیع کی طرح قبضہ کئے بغیر اگر صرف مبیع کو متعین کر دیا جائے تو مبیع کا متعین کر دینا ہی کرنسی کے باہمی تبادلہ کے جواز کے لئے شرعی طور پر کافی ہو جائے گا۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ ایک ملک کی کاغذی کرنسی کا باہمی تبادلہ مساوات اور برابری کی بنیاد پر ہی کرنا ضروری ہے یا اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے نیز اس مساوات اور برابری میں نوٹوں کی تعداد اور گنتی کا اعتبار ہوگا یا ان کی ظاہری قیمت کا اعتبار ہوگا۔

جہاں تک پہلی بات یعنی قبضہ کی حیثیت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اصولی طور پر یہ بات تو ضروری ہے کہ مجلس ہی میں قبضہ کیا جائے کیونکہ کرنسی کے تبادلے میں دونوں عوض چونکہ ثمن ہیں اور ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے جبکہ عام مبیع متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ خرید و فروخت کے معاملات کے درست اور صحیح ہونے کے لیے عقد کی مجلس میں کم از کم مبیع کی تعیین ضروری ہے۔ اور جانبین سے عوض کرنسی ہونے کی صورت میں عقد کی مجلس میں کم از کم ایک عوض کا متعین ہونا تو لازمی ہے ورنہ ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں ہے۔ اور کرنسی میں چونکہ تعیین کی صورت قبضہ ہی کے ذریعے ہوتی ہے لہذا عقد کی مجلس میں اس تعیین کے ابتدائی معیار کے حصول کے لیے بھی کم از کم ایک عوض پر قبضہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ خرید و فروخت کا یہ معاملہ کسی ایک عوض پر بھی قبضہ نہ کرنے کی وجہ سے ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ ہونے کے نتیجہ میں ناجائز قرار پائے۔ اب دوسرے عوض پر بھی عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے جیسے کہ بیع صرف میں ہوتا ہے یا ایک ہی عوض پر قبضہ کرنا بیع کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہو جائے گا جیسے کہ خرید و فروخت کے عام معاملات میں ہوتا ہے؟ تو اس سلسلے میں علامہ کاسانی کی درج ذیل عبارت ایک اہم پہلو بیان کر رہی ہے:

> **كذا اذا تبايعا فلساً بعينه بفلس بعينه فالفلسان لا يتعينان وان عينا ، الا ان القبض في المجلس شرط ، حتى يبطل بترك التقابض في المجلس ، لكونه افتراقاً عن دين بدين . ولو قبض احد البدلين في المجلس فافترقا قبل قبض الآخر ، ذكر الكرخي انه لايبطل العقد ، لان اشتراط القبض من الجانبين من خصائص الصرف ،وهذا ليس بصرف ، فيكتفي فيه بالقبض من احد الجانبين ، لان به يخرج عن كونه افتراقاً عن دين بدين و**

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ذکر فی بعض شروح مختصر الطحاوی رحمه الله انه یبطل لالکونه صرفا، بل لتمکن ربا النساء فیه لوجود احد وصفی علة ربا الفضل، وهو الجنس ، وهو الصحیح .(۱۹)

مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں فقہاء کرام سے دو روایتیں منقول ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ اگر مجلس میں کسی ایک عوض پر بھی قبضہ ہو جائے تو یہ بیع کے جواز کے لیے کافی ہے، جبکہ دوسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ ادھار کے سود کی خرابی سے بچنے کے لیے دونوں عوضوں پر مجلس ہی میں قبضہ کرنا ضروری ہے، البتہ حنفی فقہاء سے منقول ان دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت زیادہ صحیح اور راجح ہے جس کی بناء پر کرنسی کے باہمی تبادلے کے بیع صرف نہ ہونے کے باوجود صرف ہم جنس ہونے کی وجہ سے دونوں عوضوں پر مجلس میں ہی قبضہ کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانی کی مذکورہ عبارت کو بنیاد بناتے ہوئے مفتی رشید احمد لدھیانوی سکوں کو سکوں کے بدلے میں برابری کے ساتھ بیچنے کی صورت میں قبضہ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس میں بالاتفاق تقابض فی المجلس شرط ہے، مذہب شیخین میں ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف تعیین البدلین بلا تقابض بھی کافی ہے یعنی تعیین وتقابض میں سے کسی ایک کا وجود شرط ہے۔''(۲۰)

البتہ مفتی محمد تقی عثمانی نے ابتداء میں پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے کرنسی میں ایک طرف سے قبضہ ہونے کی صورت میں معاملہ کو درست قرار دیا تھا، چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

بیع الفلوس بمثلها، کالفلس الواحد بالفلس الواحد الآخر ،وهذا انما یجوز اذا تحقق القبض فی احد البدلین فی المجلس ، قبل ان یفترق المتبایعان ، فان تفرقا ولم یقبض احد شیئا، فسد العقد ، لان الفلوس لا تتعین ،فصارت دینا علی کل احدو الافتراق عن دین بدین لا یجوز.(۲۱)

مذکورہ عبارت میں سکوں کی باہمی خرید وفروخت کے معاملے میں مجلس میں ایک طرف سے قبضہ کرنے کو کافی قرار دیا گیا ہے، لیکن بعد میں مفتی محمد تقی عثمانی نے مفتی رشید احمد لدھیانوی کی رائے کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے سابق فتوی سے رجوع کیا اور ایک ملک کی کرنسی کے تبادلے میں برابری کے ساتھ ساتھ مجلس میں دونوں عوضوں پر قبضہ کو ضروری قرار دیا، چنانچہ وہ اپنے سابقہ نقطہ نظر کی توجیہ اور اس سے رجوع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جانبین سے قبضہ ضروری ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ بیع صرف ہے، بلکہ وجہ یہ ہے کہ جنس ایک ہونے کی بنا پر اس میں نسیئہ جائز نہیں، اگرچہ جن حضرات نے احد البدلین پر قبضہ کو کافی سمجھا ہے، انہوں نے غالباً ''اجل'' کی تعین کے بغیر قبضہ کے صرف مؤخر ہونے کو نسیئہ میں داخل نہیں کیا، علامہ ابن ہمام نے ''فتح القدیر'' ج ۵ ص ۲۸۸ میں اسی بنا پر اس کو نسیئہ ماننے سے انکار کیا ہے، اور چونکہ علامہ شامی نے یہ مذہب امام محمد سے بھی نقل کیا ہے، اور اگر یہ نقل درست ہے تو اس قول کو بھی باطل تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن علامہ کاسانی کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دلیل بڑی وزنی ہے، اور وہ یہ کہ نسیئہ سے بچنے کے لئے دو ہی صورتیں ہیں، یا تو عوضین پر مجلس ہی میں قبضہ ہو جائے یا کم از کم عوض موخر کی تعیین ہو جائے، اور فلوس میں تعیین چونکہ راجح قول کی بنا پر ممکن نہیں، اس لئے قبضہ ہی متعین ہے۔ یہ دلیل چونکہ نہایت قوی ہے، اسلئے احقر بیع الفلوس بالفلوس بالتساوی کے سلسلے میں اپنے سابق فتوے سے رجوع کرتا ہے، اور اس معاملے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی تحقیق کو اختیار کرتے ہوئے اس کو ضروری قرار دیتا ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کے تبادلے میں ''تماثل '' کے ساتھ ساتھ ''تقابض فی المجلس '' بھی ضروری ہے۔''(۲۲)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ کرنسی کا باہمی تبادلہ فقہی اعتبار سے راجح قول کے مطابق بیع صرف میں داخل نہیں ہے اور بیع صرف فقہی اعتبار سے وہ بیع ہے جس کے احکام قبضہ کے اعتبار سے بیع کی دوسری قسموں سے ممتاز ہیں، کیونکہ بیع صرف کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس کے درست ہونے کے لئے بیع کی مجلس میں ہی دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ لہذا جب راجح قول کے مطابق کاغذی نوٹ کے باہمی تبادلہ کو بیع صرف شمار نہیں کیا گیا تو اس سے فوری طور پر یہ تاثر ملتا ہے کہ کرنسی کی خرید وفروخت کے درست ہونے کے لئے مجلس کے اندر ہی دونوں طرف سے قبضہ کرنا بہرحال شرط اور ضروری نہیں ہوگا، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ کرنسی کے باہمی تبادلے کے بیع صرف نہ ہونے کے باوجود بھی حنفیہ کے نزدیک صحیح اور راجح قول کے مطابق دونوں طرف سے قبضہ کرنا ضروری ہے، اور دونوں طرف سے قبضہ ضروری ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس صورت میں یہ بیع صرف ہے، بلکہ وجہ یہ ہے کہ جنس ایک ہونے کی وجہ سے اس میں ادھار جائز نہیں ہے اور ادھار سے بچنے کے لئے اصولی طور پر دو ہی صورتیں ہیں، یا تو دونوں عوضوں پر مجلس ہی میں قبضہ ہو جائے یا کم از کم بعد میں دیئے جانے والے عوض کی تعیین ہو جائے اور کرنسی میں چونکہ راجح قول کی بناء پر تعیین ممکن نہیں ہے اسلئے قبضہ ہی متعین ہے، اگرچہ حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق اس صورت میں اگر مجلس میں دونوں عوضوں میں سے کسی ایک عوض پر قبضہ ہو جائے تو یہ بھی عقد کی صحت کے لئے کافی ہوگا، کیونکہ اس صورت میں دین کو دین کے بدلے میں بیچنا بھی لازم نہیں آئے گا اور یہ معاملہ بیع صرف نہیں ہے اسلئے دونوں عوضوں پر مجلس میں قبضہ کرنا بھی ضروری نہیں ہوگا، لیکن اگر دونوں عوضوں میں سے کسی عوض پر بھی مجلس میں قبضہ نہ کیا جائے تو اس صورت میں معاملہ فاسد ہو جائے گا، اس فساد کی وجہ یہ ہوگی کہ دونوں طرف ثمن ہیں اور ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے، لہذا اس معاملہ میں دونوں فریق ایسی حالت میں جدا ہوئے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا دین دار ہے اور ایسے طریقے سے معاملہ کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے جس میں دونوں طرف دین ہو، لہذا یہ معاملہ درست نہیں ہے۔ گویا کہ فقہ حنفی کے مطابق راجح نقطہ نظر یہی ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اگر بیع کے طور پر ہو، تو اس صورت میں بیع صرف نہ ہونے کے باوجود برابری کے ساتھ دونوں عوضوں پر مجلس کے اندر ہی قبضہ کرنا بھی شرط ہے۔

جہاں تک دوسری بات یعنی ایک ملک کی کرنسی کے باہمی تبادلہ میں تماثل یعنی برابری کا تعلق ہے تو راجح نقطہ نظر کے مطابق مساوات اور برابری ضروری ہے، کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔ اور اس مساوات اور برابری کے لئے معیار نوٹوں کی تعداد

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اور گنتی نہیں ہے بلکہ ان نوٹوں کی ظاہری قیمت کے اعتبار سے برابری کو معیار قرار دیا جائے گا، چنانچہ اس صورت میں پچاس روپے کا ایک نوٹ دس روپے کے پانچ نوٹوں کے ساتھ ظاہری قیمت کے اعتبار سے برابر ہے اگرچہ تعداد میں فرق ہے، کیونکہ کرنسی نوٹ کے تبادلے میں نوٹ بذات خود یا ان کی تعداد مقصود نہیں ہوتی بلکہ نوٹ کی صرف ظاہری قیمت مقصود ہوتی ہے جس کی وہ نوٹ نمائندگی کرتا ہے، لہذا مساوات کا اعتبار بھی اسی قیمت میں ہونا چاہیئے، یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جتنی کشش ایک ہزار کے صرف ایک نوٹ کی طرف ہوگی اتنی کشش ایک ایک روپے کے سو نوٹوں کی طرف نہیں ہوگی اگرچہ ایک ایک روپے کے سو نوٹ عدد کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں، لیکن ظاہری قیمت کے لحاظ سے ان سو نوٹوں کا مجموعہ ایک ہزار روپے کے ایک نوٹ سے بھی دس گنا کم ہے، لہذا تبادلہ کے وقت ظاھری قیمت میں برابری کا اعتبار ہوگا۔ البتہ ایک ملک کی کرنسی میں مساوات کے مذکورہ لزوم کے نقطہ نظر پر حنفیہ کے مذکورہ نقطہ نظر پر ایک مضبوط اعتراض ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک دو چیزوں کے باہمی تبادلہ میں کمی بیشی اس وقت ناجائز ہوتی ہے جب وہ دونوں چیزیں اموال ربویہ میں سے ہوں۔ اب حنفیہ کے نزدیک اموال ربویہ کی علت ہم جنس ہونے کے ساتھ مکیلی یا موزونی ہونا ہے اور وہ اشیاء جو ہم جنس تو ہیں لیکن وزن یا کیل کی بجائے گنتی کی بنیاد پر بیچی جاتی ہیں تو ان میں حنفیہ کے نزدیک کمی بیشی جائز ہے۔ اب سکے کیلی یا وزنی نہیں ہیں بلکہ گنتی کی بنیاد پر ان کا تبادلہ کیا جاتا ہے تو فقہ حنفی کے مذکورہ اصول کی بنیاد پر اس میں کمی بیشی جائز ہونی چاہیے۔

مذکورہ اعتراض کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ذکر کردہ مسئلہ میں حنفیہ کے نزدیک اموال ربویہ میں کمی زیادتی کے حرام ہونے کی علت ثمنیت کی بجائے وزن ہے اور کرنسی اگرچہ موزونی نہیں ہے بلکہ عددی ہے اسلئے اس میں یہ علت موجود نہیں ہے، لیکن حنفی فقہاء کے نزدیک ایک جیسی قیمت رکھنے والی کرنسی بازاری اصطلاح کے مطابق بالکل برابر اور قطعی طور پر مساوی اکائیاں ہوتی ہیں کیونکہ عرف نے ان کے اوصاف کا اعتبار ختم کر دیا ہے، لہذا اگر ایک اکائی کو دو اکائیوں کے بدلے فروخت کیا جائے گا تو اس صورت میں ایک اکائی کسی عوض کے بغیر رہ جائے گی اور یہ عوض سے خالی رہ جانا عقد میں پہلے سے مشروط ہوگا لہذا اس سے سود لازم آئے گا، گویا کہ حنفیہ کے نزدیک دو ہم جنس چیزوں کے تبادلے میں اگر ایک چیز کے مقابل کوئی عوض نہ ہو تو وہ سود ہے، لیکن عام اشیاء میں تو یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک طرف تعداد اور کمیت کی زیادتی ہو تو دوسری طرف کیفیت اور وصف کی زیادتی کو اس کے مقابل کہا جا سکتا ہے، مثلاً اگر ایک کتاب کو دو کتابوں کے بدلے بیچا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس ایک کتاب میں وصف کے اعتبار سے کوئی ایسی خوبی ہے جو دوسری جانب کی ایک کتاب کے مقابل رکھی جا سکتی ہے لہذا یہاں کوئی کتاب عوض کے بغیر نہیں ہے۔ لیکن معاملے کی یہ مکمل تعبیر اسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جہاں کسی چیز کے اوصاف معتبر ہوں اور ان اوصاف کی کوئی قیمت لگائی جا سکے اور جہاں اوصاف کا کوئی اعتبار نہ ہو، بلکہ صرف مقدار کا اعتبار ہو وہاں اوصاف کو کسی مقدار کے مقابلے میں نہیں لایا جا سکتا، چنانچہ جو چیز اپنی اصل کے اعتبار سے یا شرعی طور پر عرف عام میں ثمن بن جائے تو اس میں اوصاف کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک روپے کا سکہ یا نوٹ خواہ کتنا چمکدار اور نیا ہو اس کی قیمت ایک ہی روپیہ رہے گی، اسی طرح وہ سکہ یا نوٹ خواہ کتنا پرانا اور میلا کچیلا ہو جائے اس کی قیمت بھی ایک ہی روپیہ رہے گی، اگرچہ ظاہری اعتبار سے دونوں کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اوصاف میں فرق ہے، لیکن یہ فرق بازاری اصطلاح کے اعتبار سے بالکل کالعدم ہو چکا ہے، لہذا ایک میلا کچیلا روپیہ بھی چمکدار اور نئے روپے کے بالکل برابر سمجھا جاتا ہے اور دونوں کی قیمت میں کوئی فرق نہیں۔'' (۲۳)

الغرض اگر ایک روپے کو دو روپے کے عوض فروخت کیا جائے، تو اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک طرف جو روپیہ زائد ہے وہ دوسری طرف کے روپے کے کسی وصف کے مقابلے میں ہے، بلکہ اس صورت میں زائد روپے کو لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ اس کے مقابل کوئی عوض موجود نہیں ہے، لہذا وہ سود ہوگا۔

مختلف ممالک کی کرنسیوں کا باہمی تبادلہ

مختلف ممالک کی کرنسیوں کے باہمی تبادلہ میں شرعی اعتبار سے درج ذیل تین امور قابل غور ہیں:

الف۔ ایک ملک اور مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان بنیادی فرق۔

ب۔ مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان تبادلہ کی صورت میں مساوات کی شرعی حیثیت۔

ج۔ مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان تبادلہ کی صورت میں قبضہ کی شرعی حیثیت۔

اب ذیل میں بالترتیب تینوں امور کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ بات واضح ہے کہ جس طرح ایک ملک کے مختلف سکے اور کاغذی نوٹ ایک ہی جنس ہیں، تو اسی طرح مختلف ممالک کی کرنسیاں آپس میں راجح نقطہ نظر کے مطابق مختلف اجناس شمار کی جاتی ہیں۔ کیونکہ عرف کے اعتبار سے ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے مختلف سمجھا جاتا ہے، اسلئے ایک ملک اور مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان جنس کے ایک ہونے اور جنس کے مختلف ہونے کا بنیادی فرق عرفی اور نظریاتی اعتبار سے موجود ہے۔

جہاں تک دوسری بات یعنی مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان تبادلہ میں مساوات کا تعلق ہے تو چونکہ مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف اجناس ہیں اور مختلف اجناس ہونے کی بناء پر مختلف ممالک کی کرنسیاں آپس میں ہم مثل اور برابر نہیں ہیں، اسلئے تمام فقہاء کے نزدیک مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ اس اتفاقی نقطہ نظر کی بنیاد اور فقہی تعبیر میں باہمی فرق ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے منقول راجح نقطہ نظر کے مطابق ایک ہی ملک کے ایک سکے کا تبادلہ دو سکوں سے کرنا جائز ہے، تو مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا بطریق اولی جائز ہوگا۔

۲۔ امام مالک کے نزدیک کرنسی اگرچہ اموال ربویہ میں سے ہے لیکن اموال ربویہ میں جب جنس بدل جائے تو اس صورت میں امام مالک کے نزدیک بھی کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہوتا ہے۔

۳۔ حنفیہ کے نزدیک ایک سکے کا دو سکوں کے ساتھ تبادلہ اس لئے ناجائز تھا کہ وہ سکے آپس میں بالکل برابر اور ہم مثل تھے جس کی وجہ سے تبادلے کے وقت ایک سکہ عوض کے بغیر رہ جاتا تھا جو کہ ناجائز ہے لیکن مختلف ممالک کی کرنسیاں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مختلف اجناس ہونے کی وجہ سے آپس میں بالکل برابر اور ہم مثل نہ رہیں اسلئے ان کے درمیان کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کے وقت کرنسی کے کسی حصے کو عوض سے خالی نہیں کہا جائے گا لہذا مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز ہوگا چنانچہ تمام فقہاء کے نزدیک مثال کے طور پر ایک سعودی ریال کا تبادلہ ایک سے زائد پاکستانی روپوں سے کرنا جائز ہو گا۔

جہاں تک تیسری بات یعنی عقد کی مجلس میں عوضین پر قبضہ کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ بات واضح ہو چکی کہ کرنسی کا باہمی تبادلہ بیع صرف نہیں ہے بلکہ کرنسی کی حیثیت راجح نقطہ نظر کے مطابق عرفی ثمن کی ہے اور مختلف ممالک کی کرنسیاں آپس میں مختلف اجناس بھی ہیں، جب ان دونوں امور کو مجموعی اعتبار سے مدنظر رکھا جائے تو اس صورت میں مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان تبادلہ کرنے کی صورت میں مجلس عقد میں صرف ایک عوض پر ہی قبضہ کرنا معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہوگا اور دوسرے عوض پر عقد کی مجلس میں ہی قبضہ کرنا ضروری نہیں ہوگا، البتہ ایک عوض پر بہرحال قبضہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ دین کو دین کے بدلے میں بیچنا لازم نہ آئے جو کہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے، نیز چونکہ کرنسیوں کا تبادلہ فقہی اعتبار سے بیع صرف بھی نہیں ہے اسلئے اس میں ادھار معاملہ کرنا بھی جائز ہوگا۔ البتہ مختلف ممالک کی کرنسیوں کے باہمی تبادلہ میں ادھار معاملہ کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رکھنا بہت زیادہ ضروری ہے کہ کرنسی کا ریٹ مارکیٹ کے ریٹ سے زیادہ مقرر نہ کیا جائے کیونکہ یہ سود کے حصول کا آسان طریقہ ہے، مثال کے طور پر دس ڈالر کی قیمت پاکستانی چھ سو روپے ہے، اب اگر کوئی شخص پاکستانی چھ سو روپے ایک ماہ کے ادھار پر دے کر سات سو روپے لینا چاہتا ہو، تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ دس ڈالر کو ایک ماہ کے ادھار پر سات سو روپے کے بدلے میں بیچ دے، لیکن چونکہ ظاہری اعتبار سے یہ ایک جائز صورت ہے جسے بنیاد بنا کر سود حاصل کیا جا رہا ہے، اسلئے اس جائز صورت کو بھی اس سود کی خرابی کی وجہ سے منع کیا جائے گا اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان ادھار معاملے کی صورت میں مارکیٹ ریٹ سے زیادہ ریٹ نہ لگائے تاکہ یہ سود کے حصول کا ذریعہ نہ بن سکے۔

عالمی مارکیٹ میں کرنسی کی مروجہ تجارت کا تجزیہ:

آج کل عالمی سطح پر کرنسی کا کاروبار اس انداز میں ہو رہا ہے کہ فریقین براہ راست کرنسی کی خرید وفروخت کرنے کی بجائے ایک کمپنی کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ کمپنی اپنے کلائنٹ کو معمولی رقم کی ادائیگی پر کرنسی کی بڑے پیمانے پر خرید وفروخت کی سہولت مہیا کرتی ہے۔ کمپنی سے منسلک افراد عام طور پر کرنسی خریدنے کے بعد خرید کردہ کرنسی کی قیمت کے اتار چڑھاؤ کی بنیاد پر ہونے والے نفع یا نقصان کا تصفیہ کر لیتے ہیں اور پوری قیمت ادا کرنے اور مطلوبہ کرنسی پر قبضہ کرنے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی یہ بات ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ کمپنی ہر معاملہ کے مکمل ہونے پر اپنی طے کردہ کمیشن وصول کرتی ہے خواہ ان کے کلائنٹ کو نفع ہو یا نقصان ہو۔ اسی طرح اگر ان کے کلائنٹ نے ان کے ذریعے کیے جانے والے معاملے کو مکمل کرنے میں ایک سے زیادہ دن لگا دیئے تو پھر ہر دن کے بدلے میں الگ سے بھی پہلے سے طے کردہ رقم وصول کی جاتی ہے۔ تو ظاہر ہے اس طرح سے کرنسی کے کیے جانے والے کاروبار کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی اس کاروبار کی قباحتیں اور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس کے عدم جواز کی وجوہات مرتب انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۱۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس طرح کے کاروبار میں جب کوئی لاٹ خریدی جاتی ہے تو وہ خریدار کو متعین اور الگ کر کے حوالے نہیں کی جاتی، بلکہ اس کے اکاؤنٹ میں تحریر کر دی جاتی ہے، پھر جب وہ خریدار اسے آگے کسی شخص کو فروخت کرتا ہے تو اس وقت اگر اسے نفع ہو تو صرف نفع واپس کر دیا جاتا ہے، اور اگر نقصان ہو تو اس سے وہ نقصان طلب کر لیا جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ پوری خرید کردہ لاٹ تحویل میں نہیں دی جاتی بلکہ کاغذی طور پر اس کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دی جاتی ہے، اور آخر میں نفع اور نقصان کا فرق برابر کر لیا جاتا ہے، جو سٹے کی ایک قسم ہے۔

۲۔ یہ واضح رہے کہ کرنسی کے حکمی قبضے کے لئے بھی یہ کافی نہیں ہے کہ کرنسی کی قیمت بڑھنے یا گھٹنے کا نقصان متعلقہ شخص کے ذمے ہو جائے، بلکہ قبضے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خریدی ہوئی کرنسی غیر خرید شدہ کرنسی سے بالکل ممتاز کر کے الگ کر لی جائے، اور خریدار یا تو خود قبضہ کرے یا اس کا کوئی وکیل اس کی طرف سے اسے اپنی تحویل میں اس طرح لے لے کہ وہ متعینہ کرنسی جل جائے یا چوری ہو جائے تو نقصان خریدار کے ذمے سمجھا جائے، ظاہر ہے کہ یہ صورت مذکورہ کاروبار میں نہیں کہ کرنسی کو الگ کر لیا گیا ہو، اور خریدار کے کسی نمائندے کی تحویل میں دے دیا گیا ہو۔ واضح رہے کہ شرعی اعتبار سے کرنسی اور دوسری اجناس کی تعیین میں یہ فرق ہے کہ دوسری اجناس اشارے یا علامتوں سے متعین ہو سکتی ہیں، لیکن کرنسی اس وقت تک متعین نہیں ہوتی جب تک کہ اس پر کوئی شخص خود یا اپنے کسی نمائندے کے ذریعے قبضہ نہ کر لے۔

۳۔ آپ نے جو طریق کار لکھا ہے، اس کی رو سے خریدار صرف ایک ہزار ڈالرز کی ادائیگی کرتا ہے، باقی کی ادائیگی نہیں کرتا، اگرچہ باقی رقم بطور رزرضمانت کمپنی جمع کراتی ہے، مگر رقم درحقیقت خریدار کے ذمہ دین ہوتی ہے۔

دوسری طرف کرنسی بیچنے والا خریدار کو اس شرعی طریقے پر قبضہ نہیں دیتا جس کا ذکر اوپر نمبر ۲ میں کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ رقم دونوں طرف دین ہوتی ہے، لہذا یہ بیع الکالی میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

۴۔ درمیانی کمپنی جو کمیشن وصول کرتی ہے وہ یا تو ضمانت کی فیس ہے یا اس رقم کا معاوضہ ہے جو وہ خریدار کی طرف سے بیچنے والے کو ادا کرتی ہے، پہلی صورت میں یہ ''اجرت علی الکفالۃ'' ہے اور دوسری صورت میں یہ قرض پر سود ہے اور دونوں طریقے ناجائز ہیں۔'' (۲۴)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں کرنسی کی خرید وفروخت کا مذکورہ کاروبار شرعی اعتبار سے متعدد خرابیوں کا حامل ہے، اس لیے کاروبار کا یہ طریقہ کار جائز نہیں ہے، جن میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ اس کاروبار کے طریقہ کار میں حقیقی تجارت مقصود نہیں ہوتی، بلکہ صرف نفع یا نقصان کا تصفیہ کرنا پیش نظر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عملی طور پر جانبین سے کوئی چیز بھی مکمل طور پر ایک

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دوسرے کے سپرد نہیں کی جاتی جس کے نتیجے میں یہ کاروبار سٹہ کی ایک قسم بن جاتا ہے۔

نیز جانبین سے قبضہ نہ ہونے کی بناء پر ادھار کے بدلے میں ادھار چیز کو بیچنا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے جبکہ کرنسی کے کاروبار میں قبضہ کے حوالے سے دیگر اجناس کے مقابلہ میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ کرنسی میں قبضہ کے بغیر تعیین بھی ممکن نہیں ہے، جبکہ دیگر اجناس میں قبضہ کے بغیر تعیین ممکن ہے۔

کرنسی کی کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کی مختلف رائج صورتوں کا تجزیہ:

ہمارے معاشرے میں ایک ہی ملک کی کرنسی کے تبادلہ میں کمی زیادتی کے ساتھ مختلف صورتیں رائج ہیں جن میں سے چند معروف اور کثرت کے ساتھ استعمال ہونے والی صورتوں کا ذیل میں تذکرہ اور تجزیہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ ہمارے معاشرے میں عام رواج ہے کہ نئے نوٹوں کا ایک ہار بنایا جاتا ہے اور اس ہار میں لگے ہوئے نئے نوٹوں کی مجموعی مالیت سے زیادہ کے بدلے میں اسے بیچا جاتا ہے اور جو زائد قیمت ہوتی ہے وہ ہار اور ہار کے بنانے کی محنت اور اجرت سمجھی جاتی ہے تو اس صورت میں ظاہری طور پر ایک ہی ملک کی کرنسی کے باہمی تبادلے میں کمی زیادتی لازم آرہی ہے جو کہ اصولی طور پر ناجائز ہے، لیکن اس صورت میں ایک طرف نوٹوں کے ساتھ ہار اور ہار کے بنانے کی محنت بھی شامل ہے، تو اس صورت کا حکم معلوم کرنے کے لیے مشہور فقہی کتاب ھدایہ کی درج ذیل عبارت سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

"لو تبایعا فضة بفضة او ذهباً بذهب واحدهما اقل ومع اقلهما شئی آخر یبلغ قیمته باقی الفضة جاز البیع من غیر کراهیة وان لم تبلغ فمع الکراهة وان لم یکن قیمته کالتراب لایجوز البیع لتحقق الربوا اذا الزیادة لا یقابلها عوض فیکون ربوا"(۲۵)

"اگر چاندی کو چاندی کے بدلے میں یا سونے کو سونے کے بدلے میں بیچا اور ان دونوں میں سے ایک کا وزن کم ہے اور کم مقدار کے ساتھ ایک دوسری چیز بھی ہے جس کی قیمت چاندی کی بقیہ مقدار کے برابر ہے تو کراہت کے بغیر یہ بیع جائز ہے اور اگر اس کی قیمت کم ہو تو پھر ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کی کوئی قیمت نہ ہو جیسے کہ مٹی تو بیع جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں سود لازم آرہا ہے کیونکہ اگر اضافہ کے مقابلہ میں کوئی عوض نہ ہو تو یہ سود ہوتا ہے۔"

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر نوٹوں کے ہار میں نوٹوں کے علاوہ جو اشیاء لگی ہوئی ہیں ان کی قیمت کے بقدر ہی اضافہ لیا جارہا ہے تو اس صورت میں تو یہ بیع جائز ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں ہار بنانے والے شخص کو اپنی محنت کا کوئی عوض نہیں ملے گا اور اگر اس کی قیمت کم ہے اور رقم زیادہ وصول کی جارہی ہے جیسے کہ ظاہر ہے، تو اس صورت میں ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، لہذا فقہی اعتبار سے ایسے کاروبار کا رواج اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہے۔

۲۔ آج کل سکوں کا رواج چونکہ بہت زیادہ ہوتا جارہا ہے اور جن لوگوں کے پاس سکے بکثرت جمع ہو جاتے ہیں اور ان کا مصرف ان کے پاس نہیں ہوتا تو وہ دو فیصد کٹوتی کے ساتھ عام طور پر ان سکوں کو بیچ کر ان کے بدلے میں نوٹ حاصل کر لیتے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہیں، اسی طرح اس کے برعکس جن کاروباری لوگوں کو سکوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ان کے پاس سکے اپنے استعمال کے بقدر موجود نہیں ہوتے تو وہ بھی مثال کے طور پر سو روپے کا نوٹ دے کر ان کے بدلے میں نوے یا پچانوے روپے کی مالیت کے سکے وصول کر لیتے ہیں، گویا کہ ان دونوں صورتوں میں ایک ملک کی کرنسی کو باہمی تبادلہ میں کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا لازم آرہا ہے اور سابقہ قواعد سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے اور سودی معاملہ کی ایک شکل ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

۳۔عیدین کے موقع پر نئے نوٹوں کی طلب زیادہ ہونے کی وجہ سے عام طور پر انہیں زیادہ مالیت کے بدلے میں بیچا جاتا ہے، اسی طرح بعض لوگ پرانے پھٹے ہوئے نوٹوں کو ان کی مالیت سے کم کے بدلے میں خریدتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں ایک ہی ملک کی کرنسی کے باہمی تبادلہ میں کمی بیشی لازم آرہی ہے، جو کہ صراحتاً سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے اور ایسے معاملات سے بچنا ضروری ہے۔اسی طرح بعض لوگ مذکورہ صورتوں کو جائز قرار دینے کیلئے کوئی معمولی سی قیمت کی چیز مثلاً کوئی ٹافی وغیرہ ساتھ ملا دیتے ہیں، تاکہ تبادلہ میں نوٹوں کے بدلے میں نوٹ آجائے اور زائد نوٹ اس چیز کے بدلے میں آجائیں، تو اس صورت میں یہ بات واضح ہے کہ ساتھ ملائی ہوئی چیز کی قیمت ان زائد روپے کے برابر یا معمولی درجہ میں کم ہے کہ جس کمی سے لوگ عام طور پر چشم پوشی کرتے ہوئے اسے برداشت کر لیتے ہیں تو پھر جائز ہے، لیکن اگر اس چیز کی قیمت زائد روپوں کی قیمت سے اتنی کم ہے کہ لوگ اسے برداشت نہ کرتے ہوں تو یہ صورت ناجائز ہے، یہ بات بھی واضح ہے کہ جو لوگ مذکورہ معاملات کو روزگار کے طور پر اختیار کرتے ہیں تو وہ معمولی چیز کی قیمت تو ساتھ ملا سکتے ہیں لیکن اصل اضافہ کے مساوی قیمت والی چیز ساتھ ملانے میں انہیں تجارتی طور پر کوئی فائدہ نہیں ہے، اسلئے اس طرح کے معاملات کو تجارتی سطح پر اپنانے سے گریز کرنا لازم ہے۔

خلاصہ بحث:

کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت کے بارے میں فقہاء کے درج ذیل مختلف پانچ نقطہ نظر ہیں۔

۱) کرنسی نوٹ محض دین کی ایک سند ہے۔

۲) ایک روپیہ کا نوٹ خود مال ہے اور باقی نوٹ اس کی رسیدیں ہیں۔

۳) نوٹ کی ذاتی حیثیت بذات خود مال اور سامان کی ہے۔

۴) نوٹ سونے چاندی کے قائم مقام ہیں اور جو احکام سونے چاندی کے ہیں، وہی احکام کرنسی نوٹ کے ہیں۔

۵) کرنسی نوٹ سونے چاندی کی طرح حقیقی ثمن نہیں ہیں، بلکہ عرفی ثمن ہیں۔

مذکورہ پانچ اختلافی آراء میں سے کرنسی نوٹ کے ارتقاء کی روشنی میں آخری رائے زیادہ راجح ہے۔

ایک ملک کی کرنسی کے باہمی تبادلہ میں مساوات اور برابری ضروری ہے، کمی بیشی سود ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اسی طرح حنفیہ کے نزدیک کرنسی کی باہمی خرید وفروخت میں بیع صرف نہ ہونے کے باوجود دونوں عوضوں پر مجلس کے اندر ہی قبضہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں جنس ایک ہونے کی وجہ سے تاخیر جائز نہیں ہے اور کرنسی میں قبضہ کے علاوہ کسی دوسرے طریقے سے تعیین بھی نہیں ہوسکتی اس لئے تاخیر کی خرابی سے بچنے کے لئے مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہے۔

مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان خرید وفروخت کی صورت میں اجناس مختلف ہونے کی وجہ سے کمی بیشی بھی جائز ہے اور مجلس کے اندر دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا بھی ضروری نہیں ہے، البتہ ایک عوض پر عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ دین کو دین کے بدلے میں بیچنا لازم نہ آئے۔ اسی طرح مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان ادھار معاملہ جائز ہے لیکن اس صورت میں ضروری ہے کہ کرنسیوں کا ریٹ مارکیٹ ریٹ سے کم یا زیادہ نہ مقرر کیا جائے کیونکہ اس صورت میں یہ سود کمانے کا ایک آسان ذریعہ بن جائے گا۔

کرنسی کے باہمی تبادلے میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ کرنسی کی اس وقت تک تعیین نہیں ہوسکتی جب تک کوئی شخص خود یا اس کا وکیل اس پر قبضہ نہ کرلے، جب کہ دیگر اجناس اشارے یا علامتوں سے متعین ہوسکتی ہے، لہذا کرنسی کے حکمی قبضے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ کرنسی کی قیمت کے بڑھنے یا گھٹنے کا نقصان متعلقہ شخص کے ذمے ہوجائے، بلکہ قبضہ کے تحقق کے لئے ضروری ہے کہ خریدی ہوئی کرنسی دوسری کرنسی سے بالکل ممتاز کرکے الگ کرلی جائے اور خریدار از خود یا اس کا وکیل اس پر قبضہ کرے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن قدامہ،موفق الدین ابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی (م:۶۲۰ھ)،المغنی،دارعالم الکتب،ریاض طبعہ رابعہ ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹م،۵/۶۔

۲۔ ابـن عـابـدیـن، مـحـمـد امیـن (م: ۱۲۵۲ھ)، حـاشیة ردالـمحتـار علـی الـدرالـمختـار، ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی،۱۴۰۶ھ،۴/۵۰۶۔

۳۔ ا-کفایت اللہ،مفتی (م:۱۳۷۲ھ)،کفایت المفتی،کتاب الصرف،کراچی،دارالاشاعت،۲۰۰۱ء،ج۸،ص۱۱۲۔

۴۔ تھانوی،اشرف علی،مولانا (م:۱۳۶۲ھ)،امدادالفتاوی،مکتبہ دارالعلوم،کراچی،س۔ن،۳/۸۰۔

۵۔ عزیزالرحمٰن،مفتی(۱۳۴۵ھ)،فتاوی دارالعلوم دیوبند (عزیزالفتاوی مبوب مکمل)،دارالاشاعت کراچی،س۔ن،۲/ ۲۳۶،۲۳۷۔

۶۔ گنگوہی،رشیداحمد،مولانا (م:۱۳۲۳ھ)،تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ،ادارہ اسلامیات لاہور،۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء،ص۳۶۰۔

۷۔ محمدشفیع،مفتی(م-۱۳۹۶ھ)،آلات جدیدہ کے شرعی احکام،ادارۃ المعارف،کراچی،طبع جدید،۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷،ص۱۹۹؛امدادالفتاوی،۲/۵،۶

۸۔ تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ،ص۴۰۰۔

۹۔ رشیداحمد،مفتی(م:۱۴۲۲ھ)،احسن الفتاوی،ایچ۔ایم۔سعید کمپنی،کراچی،طبعہ ششم،۱۴۲۲ھ،۷/۸۲۔

۱۰۔ محولہ بالا۔

۱۱۔ احمد رضا خان بریلوی،مولانا (م:۱۳۳۹ھ)،کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس والدراھم،شبیر برادرز،اردو بازار لاہور،س۔ن، ص۱۳

۱۲۔ احمد رضا خان بریلوی،مولانا (م:۱۳۳۹ھ)،فتاوی رضویہ، باب الصرف، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ کراچی،س۔ن، ص۷/۲۴۵۔

۱۳۔ لکھنوی، عبدالحئی، مولانا (م: ۱۳۰۴ھ)، مجموعة الفتاوی،۲/۱۳۷۔

۱۴۔ مـجلس مجمع الفقه الاسلامی الدولی ، احکام النقود الورقية و تغير قيمة العملة، الاردن ۱۹۸۶ء قرار رقم ۲۱ (۳/۹) بحواله فكر و نظر(سه ماهی)، ص:۱۵، ج: ۴۹، جمادی الاول ۱۴۳۳ھ، شماره:۴۔

۱۵۔ مجلة مجمع الفقه الاسلامی، الدورة الخامسة، العدد الخامس، الجزء الثالث، ۱۴۰۹ھ، ص:۲۲۶۱۔

۱۶۔ هیـئة الـمـحـاسبة والـمـراجـعة لـلـمـؤسسـات الـمالية الاسلامية ، المعايير الشرعية ، المتاجرة فی العملات ، بحرين ، ۲۰۰۳-۴ء، ص۵،۶۔

۱۷۔ محمد تقی عثمانی، مفتی ، بحوث فی قضايا فقهية معاصرة، مكتبه دارالعلوم، كراچی، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء، ۱/۱۵۹۔

۱۸۔ عصمت اللہ،ڈاکٹر مفتی،زرکا تحقیقی مطالعہ،ادارۃ المعارف،کراچی،۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء،ص۵۷-۵۵۔

۱۹۔ کاسانی،ابوبکر بن مسعود، علاؤالدین (م-۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ،طبعہ اولی ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹م، ۵/۲۳۷

۲۰۔ احسن الفتاوی، ۷/۸۷

۲۱۔ محمد تقی عثمانی، مفتی ، تكملة فتح الملهم ، مكتبه دارالعلوم، كراچی، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸، ۱/۵۸۷۔

۲۲۔ البلاغ،شمارہ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ،دارالعلوم کراچی۔

۲۳۔ تكملة فتح الملهم ، ۱/۵۸۸۔

۲۴۔ محمد تقی عثمانی، مفتی، فتاوی عثمانی ، مكتبه دارالعلوم، كراچی، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸، ۳/۱۵۸، ۱۵۷۔

۲۵۔ الـمـرغيـنانی، علی بن ابی بكر بن عبدالجليل، ابوالحسن (م: ۵۹۳ھ)الهداية فی شرح بدايه المبتدی ، دار احياء التراث العربی،بيروت لبنان، طبعه اولی ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۵م، ۳/۸۳۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.